

بنگلہ دیش: جماعت اسلامی، عدلیہ، روہنگیا

سلیم منصور خالد

سرزمین بنگال کی قسمت میں قربانی، سازش اور ظلم ساتھ ساتھ چلتے نظر آتے ہیں۔ قیام پاکستان سے قبل انگریزوں اور ہندوؤں کے ظلم سہتے ہوئے بنگالی مسلمانوں نے گراں قدر قربانیاں پیش کیں اور غیرت و حمیت پر آج نہ آنے دی۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد انھی ہندوؤں کے ہاتھوں میں کھیلنے کے لیے مشرقی پاکستان کی بڑی سیاسی قوت نے خود سپردگی کا ایک ایسا رویہ اختیار کیا، جس نے انھیں تاحال سکون اور قومی خود اختیاری کی دولت سے محروم رکھا ہے۔ حالیہ دنوں میں بنگلہ دیش کی کٹھ پتلی عوامی لیگی حکومت نے کچھ ایسے اقدامات کیے ہیں، جن پر یہ معروضات پیش ہیں:



اگرچہ جماعت اسلامی اور اسلامی چھاتر و شبیر کو عوامی لیگی حکومت مسلسل نشانہ ستم بنائے ہوئے ہے، لیکن ستمبر کے آخری ہفتے میں جماعت اسلامی پر عتاب کا نیا وار کرتے ہوئے جماعت کے کارکنوں کی اچانک پکڑ دھکڑ کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ ۲۷ ستمبر کو ضلع پینہ کی سانتھیا تحصیل کے امیر مستفیض الرحمن فیروز اور جماعت اسلامی کی حلقہ خواتین کی فعال کارکنان کو بلا جواز گرفتار کر لیا۔ اسی طرح ضلع سرسنگدی کی تحصیل پولاش کے امیر مولانا امجد حسین کو بھی زیر حراست لے لیا گیا۔

۹ اکتوبر کو نماز عشاء سے تھوڑی دیر پہلے، حکومت نے جماعت اسلامی کے امیر مقبول احمد، نائب امیر و سابق رکن پارلیمنٹ میاں غلام پروار اور سیکرٹری جنرل ڈاکٹر شفیق الرحمن، محمد شاہ جہاں (امیر چٹاگانگ)، نذر الاسلام، سیف الاسلام، جعفر صادق اور نذر الاسلام ثانی کو گرفتار کر لیا۔

جماعت اسلامی نے تمام حکومتی مظالم، دھاندلیوں اور خوف ناک زیادتیوں کے باوجود جمہوری، پُر امن اور ایک اصولی پارٹی کے طور پر اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھا ہے۔ ان قائدین کو گرفتار کرتے وقت الزام یہ لگایا گیا کہ ”ڈھاکا کے ایک گھر میں دہشت گردی کا منصوبہ بنایا جا رہا تھا“، جب کہ جماعت کے ترجمان نے اس شرم ناک الزام کی تردید اور مذمت کرتے ہوئے کہا کہ: ”وہ ایک گھر کے احاطے میں سماجی تقریب میں شریک تھے، خفیہ یا تخریب کاری جیسے گھناؤنے الزام کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہم ایک جمہوری پارٹی ہیں اور جمہوری طریقوں سے اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ باوجود اس کے کہ جماعت اسلامی کی مرکزی قیادت کو جھوٹے الزامات اور غیر منصفانہ اور ایک طرفہ مقدمات میں مطیع الرحمن نظامی سمیت جماعت اسلامی کے پانچ مرکزی رہنماؤں (سیکرٹری جنرل علی احسن محمد مجاہد، ڈپٹی سیکرٹری جنرل قمر الزمان خان، اسسٹنٹ سیکرٹری عبدالقادر مٹلہ، مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن میر قاسم علی) کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا، مگر جماعت نے کوئی غیر قانونی رد عمل ظاہر نہیں کیا۔ اور جو پُر امن احتجاج کیے، ان میں بھی جماعت کے بہت سے کارکنوں کو حکومت کے ایما پر گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔ پھر شہید مطیع الرحمن نظامی کی پھانسی کے بعد منتخب امیر جماعت اسلامی بنگلہ دیش مقبول احمد صاحب نے بوجہ بڑے جلسوں میں شرکت سے گذشتہ پورے سال کے دوران میں اجتناب برتا ہے، مگر اس کے باوجود انھی پر شرم ناک الزام لگانا، حکومتی حلقوں کا ذہنی دیوالیہ پن ہے۔“ یاد رہے ۲۰۱۳ء سے جماعت اسلامی پر انتخابات میں حصہ لینے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے کہ: ”جب تک وہ اپنے دستور اور منشور کو سیکولر نہیں بناتی وہ انتخابات میں حصہ نہیں لے سکتی۔“

جناب مقبول احمد کی گرفتاری کے بعد جماعت اسلامی نے سابق ممبر پارلیمنٹ پروفیسر مجیب الرحمن کو قائم مقام امیر اور جناب اے ٹی ایم معصوم کو قائم مقام سیکرٹری جنرل مقرر کیا ہے۔

۹ اکتوبر ہی کو بنگلہ دیش سپریم کورٹ میں جماعت اسلامی کے تین لیڈروں کی نظر ثانی کی اپیلوں پر کارروائی ۲۱ نومبر تک ملتوی کی گئی۔ یاد رہے کہ ان میں اے ٹی ایم اظہار الاسلام، سید محمد قیصر اور عبدالسبحان کو بنگلہ دیش کی خصوصی [جعلی] عدالتیں سزائے موت کی سزا سنائی گئی ہیں۔

(روزنامہ ڈیلی اسٹار، ۱۰ اکتوبر ۲۰۱۷ء)

قائم مقام امیر جماعت اسلامی کی اپیل پر ۱۲ اکتوبر کو پورے ملک میں پُر امن ہڑتال کی

گئی۔ ابتدا میں تو نہیں، البتہ ہڑتال کے دوران بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی کی اعلیٰ قیادت نے جماعت اسلامی کی ہڑتال کی حمایت کا اعلان کر دیا (NTV ڈھاکا، ۱۲ اکتوبر)۔ اسی دوران میں جماعت کے بہت سے احتجاجی کارکنوں کو گرفتار کر کے تھانوں میں بند کر دیا گیا۔ نیڑ و تحصیل کے امیر ماسٹر نذر الاسلام، سراج گنج کے امیر پروفیسر شاہد الاسلام اور رنگ پور سے تین مقامی لیڈروں کو پولیس نے اٹھا لیا۔ ۱۵ اکتوبر کو ست خیرا میں جماعت کے امیر پروفیسر عبدالغفار کو گرفتار کر لیا۔ اسی طرح کو میلا کے امیر قاضی دین محمد سمیت گیارہ ارکان، چاند پور سے امیر جماعت محمد حسین اور یہیں سے حلقہ خواتین کی ناظمہ فردوسی سلطانہ اور سیکرٹری فرزانہ اختر کو قید کر دیا گیا۔ یاد رہے ریمانڈ کا پروانہ لے کر کارکنوں کو پولیس ٹارچریسلز میں لے جاتی اور انسانیت سوز مظالم ڈھاتی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس ظلم پر میڈیا خاموش، عدالت تماشائی اور قوم بے بس نظر آتی ہے۔

جماعت اسلامی کے ۸۰ سالہ امیر جماعت مقبول احمد کی جیل میں صحت بُری طرح خراب ہے۔ وہ ذیابیطس، بلڈ پریشر اور امراض دل میں مبتلا ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی میں شدید درد کے باعث ان کے لیے سیدھے کھڑے ہونے اور بیٹھنے میں سخت مشکل پیش آتی ہے، اس لیے روزانہ فزیوتھراپی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ادویات میں بے قاعدگی، پرہیزی خوراک کے خاتمے اور جسمانی مشق کی کمی کے باعث ان کی صحت بگڑ گئی ہے، مگر حکومت آج ۲۵ اکتوبر تک انھیں ہسپتال بھیجنے کے لیے تیار نہیں۔

حسینہ واجد کی کچھ بتی حکومت نے اخلاق اور جمہوری روایات کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے ۱۸ اکتوبر کو ڈھاکہ سے اسلامی جمعیت طالبات بنگلہ دیش (اسلامی چھاترو شنگھستا) کی ۲۱ کارکنان اور عہدے داران کو درس قرآن کی ہفتہ وار کلاس سے گرفتار کر لیا۔ یہ طالبات اعلیٰ درجوں میں میڈیکل، سماجیات اور انجینئرنگ کے شعبہ جات سے وابستہ ہیں۔ اس 'روشن خیال اور لبرل' حکومت کے مطالبے پر ڈھاکہ ہائی کورٹ نے طالبات کی درخواست ضمانت مسترد کرتے ہوئے انھیں پولیس کے ریمانڈ میں دے دیا، اور دو روز کے بعد جیل بھیج دیا۔

راج شاہی یونیورسٹی سے اسلامی چھاترو شبر کے آٹھ کارکنان کو گرفتار کر کے تشدد کا نشانہ بنایا اور دہشت گردی کا الزام لگایا۔ اسلامی چھاترو شبر کے مرکزی صدر یاسین عرفات نے اس پر کہا ہے کہ: "ایک غیر قانونی حکومت، اندھی قوت کے نشے میں بدست ہو کر گھٹیا الزام لگاتے ہوئے اخلاق،

قانون اور قومی اداروں کو تباہ کر رہی ہے۔ یہ گرفتاریاں، تشدد اور پھانسیاں تحریک اسلامی کا راستہ نہیں روک سکتیں۔“



حسینہ واجد حکومت نے پہلے ہنگلہ دیش کی اعلیٰ عدلیہ کو اپنی باج گزار بنا کر اس سے خاص طور پر ’انٹرنیشنل کرائمز ٹریبونل‘ کی کارروائی کی تائید اور انصاف کے قتل کے لیے زر خرید غلاموں کی طرح کام لیا۔ یوں ہنگلہ دیش سپریم کورٹ نے آنکھیں بند کر کے، نام نہاد خصوصی ٹریبونل فیصلوں پر ایک ایک کر کے عمل کرایا اور جماعت اسلامی کے پانچ رہنماؤں اور صلاح الدین قادر چودھری کو پھانسی پر لٹکا دیا، جب کہ قائد تحریک اسلامی پروفیسر غلام اعظم اور ان کے دور فقہا کو جیل کے اندر ہی موت کی وادی میں اتار دیا۔ حالیہ عرصے میں اسی ہنگلہ دیش سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سریندر کمار سنہا نے سات ججوں سمیت ہنگلہ دیش پارلیمنٹ کی ۱۶ ویں ترمیم کو اس کی اصل شکل میں نامنظور کرتے ہوئے، ۳ جولائی ۲۰۱۷ء کو ۷۹ صفحات پر مشتمل فیصلہ لکھا اور ۳۱ اگست ۲۰۱۷ء کو ۳۹ نکاتی فارمولا تجویز کرتے ہوئے متفقہ فیصلے کا اعلان کیا۔

عوامی لیگی حکومت کی طرف سے دراصل یہ ترمیم اس مقصد کے لیے کی گئی تھی کہ: ”آئندہ پارلیمنٹ کے ارکان، اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کا مواخذہ (impeachment) کر سکیں گے۔“ فیصلے کے متن میں چیف جسٹس نے ایک جگہ ۱۹۷۱ء کے ہنگامی حالات میں شیخ مجیب کو خراج تحسین پیش کرنے کے ساتھ یہ جملہ بھی لکھا کہ ”وہ جدوجہد فرد واحد کا ثمر نہیں تھی بلکہ اس میں پوری قوم نے حصہ لیا تھا۔“ اس جملے کو عوامی لیگ نے مجیب کی توہین قرار دے کر چیف جسٹس کے خلاف مخالفانہ بلکہ توہین آمیز مہم چلانے اور دباؤ بڑھانے کا آغاز کیا، تاکہ وہ استعفا دیں۔

یہ مسئلہ اُس وقت اپنی انتہا کو پہنچ گیا، جب جسٹس سنہا نے چند روز قبل ایک عدالتی کارروائی کے دوران یہ کہہ دیا کہ: ”ہمیں جذبات پر قابو رکھنا چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ پاکستان کی سپریم کورٹ نے تو وزیراعظم نواز شریف کو برطرف کر دیا ہے، لیکن کیا وہاں پر سپریم کورٹ کو اس طرح تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے؟“ اس جملے کا میڈیا پہ آتا تھا کہ حسینہ واجد نے اسی روز شدید غصے اور براہمی میں چیف جسٹس سنہا کا نام لیے بغیر کہا: ”اے اب سپریم کورٹ چھوڑنا ہی پڑے گا، اس لیے کہ اس نے

پاکستان کے ساتھ ہنگلہ دیش کا موازنہ کیا ہے۔ کسی معاملے میں پاکستان کی مثال پیش کرنا ہمارے لیے تو بہن آمیز اور ناقابلِ برداشت فعل ہے۔“ مزید کہا: ”عوام کی عدالت زیادہ بڑی عدالت ہے۔ کوئی فرد عوام کی عدالت کو نظر انداز نہیں کر سکتا، میں عوام ہی کی عدالت سے انصاف کی طالب ہوں۔“ حسینہ واجد کے مذکورہ بیان کے چند گھنٹوں بعد ۱۹۶۹ء کی عوامی لیگی اسٹوڈنٹ لیڈر موتیا چودھری، جو آج کل وزیر زراعت ہیں، نے بیان داغا: ”چیف جسٹس کو ملک چھوڑ دینا چاہیے یا پھر دماغی امراض کے ہسپتال سے علاج کرانا چاہیے۔“ اُدھر سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن نے چیف جسٹس سے ایک جہتی کا اظہار کرتے ہوئے اس بات کی مذمت کی کہ: ”عوامی لیگی حکومت نے عملاً چیف جسٹس کو قیدی بنا رکھا ہے۔“ (India TV News Desk، ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۷ء)

ڈھائی ماہ پر پھیلی اس دھماچو کڑی کے بعد ۱۳ اکتوبر کو چیف جسٹس سنہا نے ایک ماہ کی رخصت پر آسٹریلیا جاتے ہوئے اخبار نویسوں کو چند سطروں پر مشتمل یہ تحریر دی: ”میں بیمار نہیں ہوں بلکہ صحت مند ہوں۔ میں بھاگ نہیں رہا بلکہ واپس آؤں گا۔ اگرچہ مجھے حکومتی رویے سے دکھ پہنچا ہے لیکن عدلیہ کا سرپرست ہونے کی حیثیت سے میں اپنا کردار ادا کروں گا۔“ (ڈیلی نیو ایج، ۱۴ اکتوبر)۔ چیف جسٹس کی پرواز کے صرف تین گھنٹے بعد ان کے خلاف گیارہ الزامات کی فہرست جاری کر دی گئی۔ ساتھ ہی سپریم کورٹ میں ان کے متعدد ساتھی ججوں نے ان الزامات کی موجودگی میں چیف جسٹس کے ساتھ کام کرنے سے انکار کر دیا۔ (بی بی ڈی نیوز، ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۷ء)

مزید یہ کہ قائم مقام چیف جسٹس محمد عبدالوہاب میاں نے چیف جسٹس سریندر کمار سنہا کے آسٹریلیا روانہ ہونے کے ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر سپریم کورٹ اور اعلیٰ عدلیہ کے ۲۵ اعلیٰ افسروں کو ان کے عہدوں سے ہٹا کر تباد لے کر دیے ہیں۔ ان عدالتی افسروں میں جسٹس سنہا کے قریبی رفقا شامل ہیں۔ اس اقدام سے ایک ہی روز قبل وزیر قانون انیس الحقی اور انارنی جزل محبوب عالم نے بیان دیا تھا کہ ”قائم مقام چیف جسٹس تمام اقدامات اور فیصلے کر سکتا ہے۔“ (بی بی ڈی نیوز، ۲۴، ۱۶ اکتوبر) جماعت اسلامی کے قائم مقام سیکرٹری جزل اے ٹی ایم معصوم نے اس صورتِ حال کو: ”عدالتی معاملات میں حکومت کی سیاسی، حکومتی اور غیر اخلاقی مداخلت قرار دیا، اور کہا کہ دراصل حسینہ حکومت عدالتی افسروں، ججوں اور عدالتی عمل پر مکمل گرفت قائم کرنا چاہتی ہے،“ جب کہ

قائم مقام چیف جسٹس نے یہ بیان داغ دیا ہے کہ: ”جسٹس سنہا کو جاتے جاتے منصب کے احترام میں ایسا بیان نہیں دینا چاہیے تھا“ (ذیلی اسٹار، ۱۷ اکتوبر)۔ پیش نظر رہے کہ جسٹس سنہا نے ڈھائی ماہ تک عوامی لیگی طوفانی پروپیگنڈے، گندے کارٹونوں اور گھناؤنے الزامات کے جواب میں صرف یہی تین جملے لکھے۔

اس صورتِ حال سے یہ اندازہ ہوتا ہے، بھارت اپنی نوآبادی بنگلہ دیش کا نظام ٹھیک طور سے نہیں چلنے دینا چاہتا۔ اس کی یہی کوشش ہے کہ ۱۶ کروڑ آبادی کا یہ ملک ہر آن کسی نہ کسی افراتفری کا شکار رہے، تاکہ معاشی، سماجی اور سیاسی استحکام کی عدم موجودگی میں وہ ایک مجبور اور غیر مستحکم ریاست کے طور پر تاجِ دہلی کا دستِ نگر رہے۔ اس آئینے میں، اس خطے ہی کے نہیں بلکہ خود عرب دنیا کے نام نہاد علاقائی قوم پرستوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جب بڑی طاقت، نفرت کے بل پر نام نہاد آزادی دلاتی ہے تو بنیادی کنٹرول اپنے ہاتھ ہی میں رکھتی ہے۔ اپنی ملت سے غداری کرنے والوں کو محض علامتی اختیاردہی ہے اور لیلاے اقتدار سے نہیں نوازتی۔



بنگلہ دیش کے ہمسایہ ملک برما (میانمار) میں ایک عرصے سے مسلمانوں کی نسل کشی کا گھناؤنا کھیل جاری ہے۔ اس دوران عوامی لیگی حکومت نے بھی عزت، آبرو اور جان بچا کر آنے والے روہنگیا مسلمانوں کو سمندر میں دھکیل کر موت کی لہروں کے سپرد کیا۔ تاہم، گذشتہ چند ماہ میں بنگلہ دیشی حکومت کے رویے میں مثبت تبدیلی آئی، جس کا بڑا سبب عالمی اور ملکی راے عامہ کا دباؤ بھی تھا۔

روہنگیا مسلمانوں کی وحشیانہ نسل کشی کے خلاف راے عامہ کی توجہ مبذول کرانے کے لیے جماعت اسلامی بنگلہ دیش نے حتی المقدور کوششیں شروع کیں۔ جماعت اسلامی کے امیر مقبول احمد نے روہنگیا مسلمانوں کی ناقابلِ بیان صورتِ حال، میانمار حکومت، میانماری فوج اور بدھ بھکشوؤں کی جانب سے بدترین قتل و غارت گری و بے چارگی پر دنیا کا ضمیر جھنجھوڑنے کے لیے ہم وطن اہلِ درد سے اپیل کی کہ وہ مظلوموں کی مدد کریں اور اپنی اپنی بساط کے مطابق، دنیا بھر کے مؤثر اداروں کے دروازے کھٹکھٹائیں۔ مقبول احمد صاحب نے اقوام متحدہ اور عالمی ضمیر سے درد مندانہ اپیل کرتے ہوئے کہا: ”روہنگیا مسلمانوں کے سفاکانہ قتل عام کو روکوانے میں وہ اپنا اثر و رسوخ

استعمال کریں۔ میں عالمی تنظیموں، مسلمان ملکوں اور رفاہی تنظیموں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مدد کے لیے تڑپتے روہنگیا مسلمانوں کی مدد کے لیے بنگلہ دیش کا ہاتھ بٹائیں۔ اس بحران میں پوری بنگلہ دیشی قوم یک آواز اور ہم قدم ہے۔“ (بی ڈی نیوز ۲۴، ۱۲ ستمبر ۲۰۱۷ء)

عالمی تنظیم ’ہیومن رائٹس واچ‘ (HRW) کے مطابق: ”۲۰ ستمبر تک میانمار میں مسلمانوں کے ۲۴۴ گاؤں مکمل طور پر تباہ کر دیے گئے تھے“ (ڈیلی نیو نیشن، ۲۰ ستمبر)۔ بنگلہ دیشی حکومت کے اعداد و شمار کے مطابق اب تک ۵ لاکھ ۳۶ ہزار روہنگیا مہاجر بنگلہ دیش آچکے ہیں۔ اسی دوران حسینہ واجد کے سیاسی مشیر حسان توفیق امام نے مغالطہ انگیزی پیدا کرتے ہوئے کہا: ’اراکان روہنگیا مجاہدین آزادی، بنگلہ دیش اور برما دونوں کے دشمن ہیں، ہم انہیں قدم نہیں جمانے دیں گے‘ (ہیومان نیوز، میانمار، ۲۱ ستمبر)۔ اس کاغذی تنظیم کا تذکرہ کر کے بنگلہ دیشی حکومت نے روہنگیا مظلوموں کے زخموں پر نمک پاشی کی اور ان کے دکھ درد میں اضافہ کیا۔ یہ طرز بیان بھارت کی بی بی جے پی، آر ایس ایس اور برمی فوج کا ہے، جسے ڈھا کا حکومت نے اپنی طرف سے نشر کیا۔ حسینہ واجد حکومت کے اسی دوغلے پن کو نظام احمد نے اپنے مضمون: ’ڈھا کا دہلی رومانس اینڈ روہنگیا‘ میں کڑی تنقید کا نشانہ بنایا (ڈیلی آبزورور، ۲۰ ستمبر)۔ پھر ۲۰ روز بعد روہنگیا مسلمانوں کی مدد کے لیے کام کرنے والی تین رفاہی تنظیموں: مسلم ایڈ بنگلہ دیش، اسلامک ریلیف اور علامہ فضل اللہ فاؤنڈیشن پر پابندی عائد کر دی گئی اور صحافیوں نے اس انتہائی اقدام کا سبب جاننا چاہا، تو ڈائریکٹر رجسٹریشن نے جواب دینے سے انکار کر دیا۔ (بی ڈی نیوز ۲۴، ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۷ء)

درحقیقت بنگلہ دیشی حکومت، جہاں ایک طرف روہنگیا مسلمانوں کی حالت زار کے نام پر دنیا سے مدد حاصل کر رہی ہے، وہیں نہ صرف عالمی سطح کی بلکہ مقامی رفاہی تنظیموں کو بھی ان کی مدد کے لیے ہاتھ بٹانے سے روک رہی ہے۔ روزانہ کوئی نئے سے نیا حکم نامہ آکر، بے لوث خادموں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر دیتا ہے۔ بنگلہ دیش کے صحافتی حلقے یہ بات برملا کہتے ہیں کہ: ”ستمبر سے بنگلہ دیش جماعت اسلامی پر قید و بند کی حالیہ یلغار کے پیچھے ایک یہ سبب بھی ہے کہ کہیں جماعت اسلامی کے کارکنوں کی ان تھک کوششوں سے اس کی نیک نامی میں مزید اضافہ نہ ہو جائے اور حکومتی اداروں کی بدانتظامی کا پول کھل نہ جائے۔“